عصر حاضر کا چیلنج
اور علماء کرام کی ذمہ داریاں

مولانا محمد تقی عثمانی
سابق جج وفاقی شرعی عدالت پاکستان وشیخ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی

18,17 اکتوبر 1998ء ''جامعہ المرکز اسلامی پاکستان بنوں'' کے زیر اہتمام ایک شاندار فقہی کانفرنس منعقد ہوئی تھی اور ملک بھر کے مشاہیر علماء کرام کی طرف سے اس میں عہد حاضر اور دور جدید کے پیدا کردہ بہت سے فقہی مسائل پر گراں قدر مقالے پیش کئے گئے تھے اس کانفرنس کے مہمان خصوصی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے کانفرنس کے آغاز میں موجودہ حالات کے تناظر میں اس فقہی کانفرنس کی ضرورت سے متعلق فکر انگیز اور چشم کشا خطاب فرمایا تھا جو نذر قارئین ہے۔مختصر وقفے کے بعد دوسری دفعہ وقیع فقہی کانفرنس کا انعقاد ''المرکز الاسلامی بنوں'' کا دوسرا قابل قدر کارنامہ ہے۔اس موضوع پر پہلی کانفرنس 11 اپریل 1996ء کو منعقد ہوئی تھی ان مساعی جمیلہ پر ''جامعہ المرکز الاسلامی'' کے بانی مولانا سید نصیب علی شاہ اور ان کے رفقاء بجا طور پر تمام اہل علم کی طرف سے تحسین کے سزاوار ہیں۔اس دفعہ کانفرنس کے ایجنڈے پر تقریباً 66 موضوعات زیر بحث تھے۔ان موضوعات پر اہل علم کی طرف سے تیار ہونے والے علمی مقالوں سے انشاء اللہ تحقیق ونظر کے نئے افق کھلیں گے اور عہد حاضر کے پیدا کردہ بہت سے عقدے حل ہو جائیں گے امید ہے کہ المرکز الاسلامی ان مقالات کی نشر واشاعت کا بھی انتظام کریگا تاکہ دیگر اہل علم بھی ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔(ادارہ)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے خطبہ مسنونہ کے بعد حدیث نبویؐ ''من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین'' سے اپنے خطاب کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

حضرات علماء کرام، میرے طالب علم ساتھیوں اور معزز حاضرین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میرے لئے یہ بڑی سعادت اور خوش نصیبی کا موقع ہے کہ اہل علم کے اس منتخب اور عظیم اجتماع میں چند لمحات گزارنے کی توفیق نصیب

ہورہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرات علماء کرام کی صحبت اوران کے ساتھ چند لمحات گزار لینا مجھ جیسے طالب علم کیلئے بڑی نعمت ہے اور دل تو یہ چاہتا ہے کہ اس مبارک اور مقدس اجتماع میں زیادہ سے زیادہ وقت گزار کر اس سعادت میں مزید اضافہ کیا جاتا لیکن میرا حال ایسا ہے کہ کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کسی سمندر میں تنکا بہتا ہوا جارہا ہو جو موجوں کے رحم وکرم پر ہوتا ہے اور اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اس لئے بہت سی ایسی خواہشات اور بہت سی ایسی تمنائیں جو اپنے دل سے ابھرتی ہیں، ان کو بسا اوقات پورا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اس وقت بھی میرا حال یہ ہے کہ چند لمحات کیلئے آپ حضرات کی خدمت میں حاضری کی توفیق ہوئی ہے اور مجھے حافظ کا وہ شعر یاد آرہا ہے۔

مرا در منزل جانان چہ امن وعیش چوں ہر دم جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محمل ھا

چار بجے کے جہاز سے مجھے واپس جانا ہے اسلئے بہت مختصر وقت آپ حضرات کی خدمت میں گزارنے کا موقع مل رہا ہے، مگر میں اسی کو اللہ تعالی کا بہت بڑا انعام سمجھتا ہوں اور اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں۔ یہ کانفرنس جو فقہی کانفرنس کے نام سے موسوم ہے اور ہمارے فاضل دوست مولانا نصیب علی شاہ صاحب مدظلہم نے اپنی ہمت مردانہ سے اس کا آغاز کیا ہے۔ دوسال پیشتر بھی اس مقام پر یہ کانفرنس منعقد ہوئی تھی اور یہ شاید اسکا دوسرا اجلاس ہے۔ اس کانفرنس کا پس منظر یہ ہے کہ ہم ایسی دنیا میں جی رہے ہیں جہاں افراط وتفریط کی دوانتہائیں اپنا اپنا کام کررہی ہیں۔ ایک طرف یہ دعوی کیا جارہا ہے کہ یہ بیسویں صدی بلکہ اکیسویں صدی ایسے سائنس اور ٹیکنالوجی کی صدی ہے کہ جس میں چودہ سوسال پہلے کے نازل کئے ہوئے احکامات اور قوانین قابل عمل نہیں رہے۔ (العیاذ باللہ) یہ جولوگ اکیسویں صدی میں شریعت کے نفاذ کی بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس دنیا میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں، ان کو یہ طعنہ دیا جاتا ہے کہ یہ گھڑی کی سوئی کو پیچھے لے جارہے ہیں۔ آج کے اس دور میں جب انسان چاند پر پہنچ رہا ہے، مریخ پر جھنڈے گاڑ رہا ہے ان حالات میں چودہ سوسال کے پرانے احکام وقوانین کو کس طرح نافذ کیا جاسکتا ہے اور اس کو نافذ کرکے انسان اس ترقی یافتہ دور میں کس طرح زندہ رہ سکتا ہے؟

ایک طرف وہ طاقتیں ہیں جو بڑے زوروشور سے یہ پروپیگنڈہ کررہی ہیں۔ اسی پروپیگنڈے سے مرعوب ہوکر ایک بہت بڑا حلقہ وجود میں آگیا ہے جو یہ کہتا ہے کہ چونکہ دنیا یہ کہتی ہے کہ اس صدی کے اندر چودہ سوسال پہلے کے احکام جوں کے توں نافذ نہیں کئے جاسکتے۔ لہذا ہمیں ان احکامات میں کچھ کتر بیونت کرنی چاہئے۔ اس میں کچھ کمی بیشی کرنی چاہئے اور اسکو اس طرح بنادینا چاہئے کہ اس جدید دور کے تقاضوں کے اسطرح مطابق ہوجائے کہ کوئی بھی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ اس میں میری خواہش پوری نہیں ہوئی، اس طرح ایک پورا گروہ ہے جو اس کام میں لگا ہوا ہے۔ قرآن وسنت کے احکام پر تحریف کے نشتر چلارہا ہے اجتہاد کے نام پر، کہ اجتہاد کرکے ہم قرآن وسنت کے احکام کو اس طرح بدلیں کہ سب کچھ حلال ہوجائے۔

اور اس اکیسویں صدی میں ایک انسان کے دل میں جو کچھ خواہشات پیدا ہورہی ہیں وہ سب اسلام کے سایہ میں جائز قرار پاجائیں، اس اجتہاد کی مثال میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ایک بڑے محقق اور مایہ ناز اسکالر نے اپنے ایک مضمون میں لکھا، کہ قرآن نے

خنزیر کو حرام کیا تھا، تو ہمیں اندھے بن کر اس خنزیر کی حرمت پر ہمیشہ کیلئے ایمان نہ لانا چاہئے بلکہ دیکھنا یہ چاہئے کہ خنزیر کو کیوں حرام کیا گیا۔ اس کے حرام ہونے کی علت کیا ہے؟ پھر خود ہی من گھڑت اجتہاد کے نام پر فرمایا کہ اصل میں خنزیر کے حرام ہونے کی علت یہ تھی کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں جو خنزیر ہوتے تھے وہ نجاستیں کھاتے تھے۔ اور ایسے گندے نالوں میں پڑے رہتے تھے جہاں لوگوں کی نجاستیں پڑی ہوتی تھیں وہاں خنزیر پہنچ کر ان نجاستوں کو اپنی غذا بناتے تھے۔ وہ نجاست اسکے رگ وپے میں سرایت کر جاتی تھی لیکن اب بڑی ہائجنک یعنی صحت افزا فارموں کے اندر خنزیر کی پرورش کی جاتی ہے اس کے بار بار میڈیکل ٹیسٹ کئے جاتے ہیں اور اس کے اندر جو مضر صحت جراثیم ہیں ان کا ازالہ کرنے کیلئے انجکشن لگائے جاتے ہیں۔ یہ فارم بڑے صحت افزا ہیں۔ اور بڑے مفید ہیں۔ جن میں انکی پرورش ہو رہی ہے۔ لہذا وہ علت جسکی وجہ سے قرآن نے خنزیر کو حرام کیا تھا وہ آج موجود نہیں ہے لہذا آج کا خنزیر بھی حلال ہے۔

یہ ہے وہ اجتہاد جس کا نام لیکر قرآن وسنت پر تحریف کے نشتر لگائے جا رہے ہیں اس پروپیگنڈہ کے نتیجہ میں کہ چودہ سو سال کے پہلے کے احکامات آج کیسے نافذ کئے جاسکتے ہیں ایک صاحب نے اجتہاد کے نام پر یہ کہا کہ قرآن مجید میں جو آیا ہے کہ **السارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما** کہ چور مرد ہوں یا عورت اسکے ہاتھ کاٹ دو۔ وہ کہتے ہیں کہ چور سے مراد یہ معمولی قسم کا چور نہیں جو گھروں میں آکر پیسے چرا کر لے جائیں۔ چور سے مراد ہے سرمایہ دار۔ اس واسطے کہ حقیقی چور وہ ہے جس نے لوگوں کا خون چوس کر دولت سے اپنی جھولیاں بھر لی ہیں اور غریبوں کو محروم کیا ہوا ہے دراصل وہ ہے حقیقی چور۔ لہذا **فاقطعوا ایدیھما** سے مراد یہ ہے کہ ان کے جو ذرائع آمدنی ہیں اور جو ان کے کارخانے ہیں اور انکی جو زمینیں ہیں یہ سب کچھ قبضہ میں لے لیا جائے تا کہ ان کو مزید چوری کرنے کا موقع نہ ملے۔ یہ اجتہاد بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ خمر جس کو قرآن نے حرام قرار دیا تھا وہ درحقیقت اس وجہ سے حرام کیا تھا کہ آدمی اس کو پینے کے بعد اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور خود قرآن نے کہا کہ **انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ** ''شراب اور جوا اسلئے حرام کیا گیا تھا کہ یہ تمہارے دلوں میں عداوت اور بغض پیدا کرتا ہے۔ اسکی وجہ سے عداوت اور بغض پیدا ہوجاتا ہے اور اللہ کی یاد دل سے نکلتی ہے۔'' لیکن آج جو شراب پی جاتی ہے وہ اس طرح کہ جب دو ملکوں کے بڑے بڑے سربراہ آپس میں ملتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کیلئے جام صحت تجویز کرتے ہیں، جام صحت تجویز کرنے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ شراب کا پیالہ سامنے رکھا ہوا ہے۔ ایک شخص شراب کا پیالہ دوسرے کے شراب کے پیالے سے ٹکرا کر کہتا ہے کہ اسکے نام اور توسل سے تمہاری صحت کی دعاء کرتا ہوں۔ میں اس جام شراب کا وسیلہ دیکر تمہارے لئے صحت کی دعا کرتا ہوں تو جام صحت تجویز کرنے کے نتیجہ میں دونوں کے درمیان محبت پیدا ہو جاتی ہے اور دوستی پیدا ہو جاتی ہے، ایسی دوستی پائیدار ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ شاعر نے بھی کہا تھا کہ: پیمان وفا بر سر پیمانہ ہوا تھا

لہذا اسکی بڑی عزت کی جائے گی اسکا بڑا احترام کیا جائیگا۔ تو آج شراب بجائے اس کے کہ عداوت اور بغض پیدا کرے یہ تو دوستی کا ذریعہ ہے۔ اور اس کے ذریعہ آپس میں دل مل رہے ہیں۔ اور محبتیں پیدا ہو رہی ہیں لہذا وہ علت ختم ہوگئی کہ جس کے تحت قرآن نے

شراب کوحرام قرار دیا تھا۔" العیاذ بااللہ العظیم نقل کفر کفر نباشد۔ اس قسم کے اجتہادات کے نام پر قرآن وسنت کے احکام میں تحریف کا سلسلہ جاری ہے۔ایک انتہا تو یہ ہے اور اس کے مقابل میں دوسری انتہا اور ہے۔اور وہ یہ ہے کہا آج جو نعرہ لگایا جاتا ہے کہ ''وقت کے تقاضوں کے ساتھ چلنا چاہئے۔'' اسکا مطلب قرآن وسنت میں تحریف کرنے والے تجدد پسند لوگ تو وہ لیتے ہیں جو میں نے ابھی عرض کیا لیکن اسکا ایک دوسرا صحیح مطلب بھی ہے اور وہ صحیح مطلب وہ ہے خود ہمارے فقہاء کرامؒ نے بیان فرمایا اور اسی کے مطابق انہوں نے فقہ کے اصول اور قواعد مرتب فرمائے۔انہی اصولوں میں سے ایک وہ اصول ہے جو علامہ ابن عابدین شامی نے متعدد مقامات پر ردالمختار میں بیان فرمایا ہے کہ: من لم یعرف اھل زمانه فھو جاھل جو شخص اپنے زمانے والوں کے حالات سے باخبر نہ ہو وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں وہ جاہل ہے۔اس واسطے ایک عالم اور فقیہ کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے دور میں لوگوں کے طرز عمل سے، انکی عادتوں سے، انکی ضروریات سے، اور انکی حاجات سے پوری طرح واقف ہوں اور جو مسائل اس کے سامنے آئیں ان مسائل کو صحیح سمجھ کر شریعت کے مطابق انکا جواب دیدے۔حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ جن کے احسانات کے آگے ہم سب کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں کہ انہوں نے ہی امام ابوحنیفہؒ کے فقہ کی تدوین فرمائی اور انہی کی کوششوں کی بدولت آج فقہ حنفی ہمارے پاس صحیح صورت میں محفوظ ہے۔سارے فقہ حنفی کی بنیاد امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی کتابیں ہیں سوانح نگاروں نے اُنکے بارے میں لکھا ہے کہ وہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے بازاروں میں جا کر تاجروں کے پاس بیٹھتے اور یہ دیکھتے کہ تاجر اپنی تجارت کے معاملات کس طرح انجام دے رہے ہیں؟ اور انکی حقیقی ضروریات کیا ہیں؟ اور وجہ یہ بیان فرماتے کہ میرے سامنے لوگ مسائل لیکر آتے ہیں کہ فلاں معاملہ کرلیا گیا ہے یہ جائز ہے کہ نہیں۔فلاں معاملہ کرلیا گیا ہے وہ حلال ہے کہ حرام؟ ان باتوں کا جواب میں اس وقت تک نہیں دے سکتا جب تک کہ مجھے پتہ نہ ہو کہ تاجر اپنے معاملات کس طرح انجام دے رہے ہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے محدث بھی تھے، فقیہ بھی تھے، صوفی بھی تھے وہ فرماتے ہیں: الفقیه من یلتمس حلولا لأمته إما ان یقول خرام فیحصله کل واحد کہ فقیہ وہ ہے جو اپنی امت کے واسطے مشکل حالات میں جتنی شریعت نے گنجائش دی ہے اس کا صحیح حل لوگوں کے سامنے پیش کرے، جہاں تک یہ بات ہے کہ فلاں حرام ہے، فلاں حرام ہے تو فرمایا فیحصله کل واحد یعنی یہ تو ہر ایک آدمی کرسکتا ہے کہ کہہ دے یہ بھی حرام ہے یہ بھی حرام ہے۔لیکن سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ فقیہ وہ ہے کہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے امت کے لئے ایسے راستے شریعت تلاش کرے جن راستوں اور اصولوں سے مسلمانوں کی اور امت کی مشکلات دور ہوں۔

میں عرض کیا کرتا ہوں کہ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ہر مسلمان جانتا ہے کہ ان کو قید خانے میں بند کردیا گیا تھا، جب وہ قید خانے میں بند تھے تو ان کے پاس دو آدمی آئے (قرآن نے واقعہ بیان کیا ہے) اور انہوں نے اپنے اپنے خواب بیان کئے کہ ہم نے خواب میں یہ دیکھا ہے اور ہم آپ سے اسکی تعبیر پوچھنا چاہتے ہیں تو ان میں سے ایک شخص نے جو

خواب دیکھا وہ اس نے ذکر کیا کہ انی اری سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف وسبع سنبلٰت خضر واخر یبسٰت کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی موٹی گائیں ہیں ان موٹی گائیوں کو سات پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات میں نے خوشے دیکھے گندم کے جو تر تھے اور سات میں نے ایسے خوشے دیکھے جو بالکل خشک تھے جیسے مردہ ہوتے ہیں یہ خواب میں نے دیکھا ہے تو بتایئے اسکی تعبیر کیا ہے؟ حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ یہ آدمی آئے ہیں مجھ سے تعبیر پوچھنے کیلئے اور یہ اچھا موقع ہے تو سب سے پہلے کام تو انہوں نے یہ کیا کہ ان کو توحید کی دعوت دی اور کہا اور بات تو بعد میں ہوگی لیکن پہلے میری بات سن لو کہ ساری کائنات میں خدائی کا سزاوار ایک ہی اللہ ہے۔ اور یہ جو تم نے مختلف بتوں کو خدا بنا رکھا ہے یا دوسرے انسانوں نے بنائے ہوئے ہیں یہ عبادت کے لائق نہیں۔ سب سے پہلے یہ سکھا دیا کہ جب کوئی آدمی آئے تو ایک مسلمان کو چاہئے کہ پہلے کوئی صحیح بات، توحید کی بات، دعوت کی بات اس کے کان میں ڈال دے فرمایا کہ میں تمہیں خواب کی تعبیر بتاؤں۔ تو خواب کی تعبیر یہ تھی جو حضرت یوسفؑ نے بتلادی کہ سات سال جو ہیں وہ بڑے اچھے آنے والے ہیں جن کے اندر تمہارے ہاں پیداوار بہت ہوگی لیکن سات سال قحط کے آنے والے ہیں زبردست قحط پڑے گا۔ جس میں کوئی پیداوار نہیں ہوگی۔ یہ تعبیر بتلائی تھی لیکن یہ تعبیر بعد میں بتائی اور قحط کے جو سات سال آنے والے تھے ان سے بچنے کی تدبیر پہلے بتائی کہ تزرعون سبع سنین دأبا فما حصدتم فذروہ فی سنبلہ الا قلیلا مما تاکلون یہ بعد میں بتایا کہ سات سال قحط کے آنے والے ہیں لیکن تدبیر پہلے بتادی کہ دیکھو ایسا کرو جو سات سال فراخی کے آنے والے ہیں ان میں تمہارے پاس بہت پیداوار ہوگی تو ایسا کرنا کہ اسکو ضائع مت کرنا۔ بلکہ جتنا تم تھوڑا بہت کھاسکتے ہو اسکو تو کھالینا اور باقی جو ہے انکو محفوظ رکھنا کیوں؟ اس لئے کہ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے بعد سات سال قحط کے آنے والے ہیں تو یہ پیغمبر کا طریقہ ہے کہ اگر کسی مصیبت کو بیان کرتا ہے تو اس سے پہلے اپنی امت کو اس مصیبت سے بچنے کی تدبیر بھی بتائے اور العلماء ورثۃ الانبیاء انبیاء کرام کے ورثہ کا کام بھی یہ ہے کہ جب علماء کسی کو بات کے بارے میں بتائے کہ بھائی یہ غلط بات ہے تو ساتھ میں اس سے بچنے کی تدبیر بھی بتلائیں۔ اور بتائیں کہ اس کے بجائے تمہارے لئے جائز طریقہ یہ ہے، یہ بھی ایک عالم کا کام ہے لہذا اگر آج ہم کسی سے یہ کہتے ہیں کہ فلاں معاملہ حرام ہے تو ساتھ ہی ایک عالم کا کام یہ بھی ہے کہ یہ بتائے کہ یہ معاملہ حرام ہے مگر اس کو تم اس طرح کروگے تو یہ حلال ہوگا۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک گناہ کا سبب نہیں ہوگا۔ یہ پہلو ہے اہل علم کے کام کا فقہائے کرام کے کام کا۔ اور یہ اہل علم اور فقہاء کیلئے ضروری ہے جو مسائل امت کو درپیش ہیں ان مسائل کو پہلے سمجھا جائے کہ مسئلہ کیا ہے؟ مشکل کیا ہے؟ اور پھر اسکا حل تلاش کرکے کم ازکم اس کے حل کے اصول امت کو بتلائے جائیں کہ بھائی ان اصولوں پر یہ معاملہ درست ہوسکتا ہے۔ اور اس طریق سے ہم اس حرام سے بچ سکتے ہیں یہ کام چاہتا ہے تحقیق کو، تحقیق کے بغیر یہ کام انجام نہیں پاسکتا۔ اس تحقیق کو آپ اجتہاد کہہ لو استنباط کہہ لو، ریسرچ کہہ لو جو چاہو کہہ لو لیکن یہ اس وقت کی واقعی ضرورت ہے اور اس ضرورت سے انکار ان ملحدین کیلئے راستہ کھولنے کے مترادف ہے۔ جو قرآن وسنت کے صریح احکام پر تحریف کے نشتر چلا رہے ہیں اگر صحیح طریقے سے یہ کام علماء کرام انجام دے لیں گے تو انکا راستہ بند ہوجائے گا اور اگر صحیح طریقہ سے انہوں نے یہ کام نہ کیا تو غلط لوگ آ

کر قابض ہو جائیں گے۔

فارسی کی مشہور مثل ہے "خانہ خالی را دیو میگرد" خالی گھر ہو تو اس پر جنات آ کر قبضہ کر لیتے ہیں۔ تو اگر یہ تحقیق اور استنباط جو اہل علم اور اہل فقہ کا کام ہے اگر یہ خالی رہا اور علماء کرام نے اپنے فرائض کا احساس نہ کیا تو جنات آ گھیریں گے۔ اور وہ قرآن کریم اور سنت پر اس طرح کے نشتر چلائیں گے جس کی مثالیں ابھی میں نے آپ کو پیش کیں اور یہ امت الحمد للہ ابھی تک علماء کرام سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ لیکن ہمیں حقیقت پسندی سے یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ یہ وابستگی دھیرے دھیرے گھٹ رہی ہے دھیرے دھیرے کم ہو رہی ہے اور اس کم ہونے کی جہاں اور کئی وجوہات ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ہم اپنے عوام کے سامنے ان کے مسائل کے حل کیلئے وہ چیز فراہم نہیں کر پاتے جس کی ان کو پیاس ہے جس کی ان کو ضرورت ہے۔

میرے طائر قفس کو نہیں باغباں سے رنجش ملے گھر میں آب و دانہ تو یہ دام تک نہ پہنچے

اگر گھر کے اندر اس کو خوراک مل جائے تو شکاری کے جال میں جانے کی اس کو ضرورت نہیں۔ چونکہ مجمع اہل علم کا ہے اسلئے عرض کر رہا ہوں کہ علماء کرام اور فقہاء کرام کا کام یہ ہے کہ اپنی امت کے عوام کیلئے وہ آب و دانہ فراہم کریں جو ان کو شکاریوں کے جال سے بچا سکے جو ان کو گمراہی کے راستے پر جانے سے بچا سکے، حضور اکرم ﷺ نے ایک ارشاد فرمایا تھا اور وہ ارشاد قیام قیامت تک کیلئے مشعل راہ ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ اگر ہمارے سامنے ایسا معاملہ آ جائے جس کے بارے میں قرآن میں یا سنت میں نہ کوئی امر ہے نہ کوئی نہی یعنی نہ اسمیں کوئی حکم ہے نہ ممانعت ہے معنی یہ ہے کہ اس کا صریح حکم قرآن مجید میں، سنت میں موجود نہیں تو ہم کیا کریں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ **شاوروا الفقهاء العابدين** یعنی ایسے موقع پر ایسے فقہاء سے مشورہ کرو جو عبادت گزار ہوں سرکار دو عالم ﷺ نے ان دو لفظوں میں کائنات سمیٹ دی کہ کن لوگوں سے مشورہ کرو جن میں دو صفتیں پائی جاتی ہیں۔

1...... فقہاء:- یعنی وہ لوگ جو دین کی سمجھ رکھنے والے، فقہ کا علم رکھنے والوں ہوں۔ اور ساتھ میں فرمایا کہ صرف دین کی سمجھ رکھ لینا کافی نہیں بلکہ......................

2...... عابدین:- وہ اللہ کے عبادت گزار ہوں کیونکہ تنہا علم اور تنہا فقہ انسانی ہدایت کیلئے کافی نہیں ہوتا۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تنہا علم بمعنی "دانستن" کسی کی فضیلت کے لئے کافی نہیں ورنہ تو ابلیس سے زیادہ افضل کوئی اور نہ ہونا چاہئے تھا اس واسطے کہ علم تو اسکے پاس بھی بہت ہے اور اتنا ہے کہ امام رازیؒ جیسے عالم کو عین موت کے وقت میں دھوکہ دے گیا اور دلائل کے اندر بظاہر ان کو شکست دے گیا۔ جسکا واقعہ مشہور ہے کہ عین وقت پر آ گیا تھا اور کہا کہ جا تو رہے ہو اس دنیا سے لیکن یہ بتاؤ کہ توحید کی کیا دلیل ہے تمہارے پاس؟ امام رازیؒ نے سارے عمر کے جمع کئے ہوئے دلائل پیش کرنے شروع کر دیئے لیکن ہر دلیل پر اس ابلیس نے نقض وارد کر دیا کہ اس دلیل پر یہ نقض ہے۔ یہاں تک کہ جو ذخیرہ تھا امام رازی کے پاس وہ

ایک ایک کر کے ختم ہونے لگا، پریشان ہوگئے ۔اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم فرمایا کہ انکے جو شیخ تھے جن کے پاس کبھی گئے تھے حضرت نجم الدین کبریٰ ان کا مکاشفہ ان کو ہوا کہ جیسے وہ کہہ رہے ہیں کہ ارے کہہ دے کہ میں خداوند کریم کو بے دلیل ایک ہی مانتا ہوں ،حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ علم بھی تھا ابلیس لعین کے پاس ،عرفان بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دھتکار رہے ہیں دربار سے نکال رہے ہیں ایسے وقت میں بھی چلتے چلتے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ گیا کہ انظرنی الی یوم یبعثون کہ یااللہ ! مجھے حشر کے وقت تک کی مہلت دیجئے ۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اور کوئی ہوتا تو یہ سوچتا کہ غصے کی حالت ہے غضب کی حالت ہے اور مجھے نکالا جارہا ہے۔دھتکارا جارہا ہے،ایسے میں اگر کچھ بولوں گا تو اور زیادہ پٹائی ہوگی اس واسطے اسکو جرات نہ ہوتی دعا مانگنے کی ۔لیکن شیطان یہ جانتا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ غضب سے کبھی مغلوب نہیں ہوتے ۔اللہ تعالیٰ مغلوب الغضب نہیں ہوتے جو بات ماننے کی ہوتی ہے مان لیتے ہیں جو نہیں ماننے کی ہوتی ہے نہیں مانتے۔ لہذا اس حالت میں بھی اگر دعا کرلوں گا تو اگر ماننا چاہیں گے تو مان لیں گے یہ دعا کی ۔معلوم ہوا کہ اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا عرفان حاصل تھا۔تو حضرت فرماتے تھے کہ شیطان کے پاس تین عین تھے یعنی وہ عالم بھی تھا اور عارف بھی تھا اور عابد بھی تھا۔عبادت بھی بہت کی ،عالم بھی تھا ،عارف بھی تھا البتہ کہتے ہیں کہ چوتھا عین نہیں تھا وہ یہ کہ عاشق نہیں تھا۔علم تھا ،عرفان تھا، عبادت تھی لیکن عشق نہیں تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت نہیں تھی ۔اگر محبت ہوتی تو یہ کام نہ کرتا تو علم اسکے پاس بھی بہت ہے لیکن اگر تنہا علم معیار قبولیت ہوتا تو ابلیس سب سے افضل ہوتا معلوم ہوا کہ تنہا علم کافی نہیں ۔علم کے ساتھ جس چیز کی ضروت ہے وہ ہے اللہ کی بندگی ،عبادت ۔کیونکہ جب تک اللہ کی بندگی نہیں ہوتی اور عبادت نہیں ہوتی تو علم میں نور پیدا نہیں ہوتا۔جب علم میں نور پیدا نہیں ہوتا تو ہدایت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت نصیب نہیں ہوتی ۔دیکھو آج بھی میں خود آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں امریکہ جاؤ ،کینیڈا جاؤ وہاں اتنے بڑے بڑے محقق ہیں اسلامی علوم کے کہ ان کی اگر آپ کتابیں پڑھیں تو ان میں ایسی ایسی کتابوں کے حوالے ملیں گے کہ ہمارے آٹھ سالوں کے فارغ التحصیل علماء نے نام بھی ان کے نہیں سنیں ہوں گے ۔بڑی بڑی تحقیقات کرتے ہیں اس لفظ کی یہ تحقیق ہے ،اسکی لغوی تحقیق ،اسکا فلسفہ ،اس کی منطق ،خدا جانے کیا کچھ کتابیں موٹی موٹی لکھ چکے ہیں۔ان کے پاس علم ہے ،مگر ہو علم کس کام کا کہ جو انسان کو ایمان بھی عطا نہ کرے ،ایمان بھی نہ دے سکے ۔ہیں سب غیر مسلم ،یہودی ،عیسائی اور اسلام پر تحقیق کر رہے ہیں علم ہے مگر ایمان نہیں ہے تو فائدہ کیا۔اسلئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا علم کافی نہیں ،عابدین بھی ہوں ۔اللہ کی بندگی کرنے والے ہوں ۔کیوں؟ اسلئے کہ قرآن نے ایک عجیب بات علم دین کے بارے میں ارشاد فرمائی دیکھو جتنے علوم ہوتے ہیں دنیا کے سائنس ،ٹیکنالوجی ،حساب ،ریاضی یہ آدمی کو آجائیں گے اور اسمیں بصیرت پیدا ہوجائے گی ۔خواہ وہ کتنا ہی فاسق ہو ،فاجر ہو ،کافر ہو ،ملحد ہو ،دہریہ ہو وہ کوشش کرے گا تو بڑا انجینئر بن جائے گا ۔بڑا ڈاکٹر بن جائے گا لیکن علم دین کی خاصیت یہ ہے کہ جب تک اس کے ساتھ تقویٰ نہیں ہے تو وہ علم بے کار ہے ۔اس کا فائدہ نہیں ۔قرآن میں فرمایا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا اگر اللہ سے ڈرو گے ،تقویٰ اختیار کروگے ،اللہ کے صحیح بندے بنو

گے تو ہم تمہیں ایک معیار دیدیں گے حق وباطل پہچاننے کا، حق وباطل کے پہچاننے کا معیار عطا کردیں گے۔ فرقان کا معنی ہے وہ چیز جسکے ذریعہ انسان پہچان سکے کہ کیا حق ہے، کیا باطل ہے، فرمایا کہ یہ تمہیں اس وقت ملے گا جب تقویٰ ہو تمہارے پاس۔ اگر تقویٰ نہیں ہے تو تمہیں یہ معیار نصیب نہیں ہوگا۔ اس واسطے جن کے پاس علم تو ہے لیکن تقویٰ نہیں۔ ان کے پاس حق وباطل کی شناخت نہیں۔ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اس لئے قرآن مجید نے فرمایا کہ فقہاء ہونا کافی نہیں، فقہاء کے ساتھ عابدین ہونا بھی ضروری ہے۔ ان سے مشورہ کرو تو بتا دیا طریقہ کہ ایسے مسائل کا صحیح حل تلاش کرنے کیلئے ضروری ہے کہ عبادت گزار فقہاء کے سامنے جاؤ ان سے مشورہ کرو، باہمی مشورے سے جو بات طے ہوگی وہ انشاء اللہ امت کیلئے مفید ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مولانا سید نصیب علی شاہ صاحب نے یہ جو سلسلہ شروع کیا ہے تاکہ اہل علم جمع ہو کر ان مسائل کو سمجھیں جو امت مسلمہ کو درپیش ہیں اور باہمی مشورے سے اس کا ایسا حل نکالیں جو قرآن وسنت اور فقہاء امت کے احوال کی روشنی میں وہ اس امت کیلئے قابل عمل ہوں اور شریعت کے اصولوں کے مطابق ہو۔ یہ ہے اس کا اصل مقصود اللہ تبارک وتعالیٰ اس مقصود میں کامیابی عطا فرمائے اس کیلئے اتنا بڑا مجمع ہے اس میں انشاء اللہ مختلف مقالے پیش کئے جائیں گے انکا فائدہ یہ ہوگا کہ جن اہل علم نے اپنے اپنے طور پر کسی مسئلہ پر کوئی تحقیق کی ہے یا کوئی مقالہ لکھا ہے۔ وہ تمام اہل علم کے سامنے آجائیگا اور اسکے نتیجے میں دیگر علماء کو غور کرنے کا موقع ملے گا۔ اور پھر بالآخر تمام اہل علم مل کر کوئی متفقہ راستہ اختیار کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے۔

میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کار خیر میں برکت عطا فرمائے۔ اس میں صدق واخلاص عطا فرمائے اور اس کو امت مسلمہ کیلئے مفید اور نافع بنائے۔ مجھے ایک مرتبہ پھر یہ معذرت کرنی ہے کہ اس مبارک اجتماع میں جتنی میں شرکت چاہتا ہوں اس درجہ میں نہیں کر سکا۔ لیکن جو کچھ بھی مجھے نصیب ہوا یہ میری سعادت ہے اس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور ان الفاظ کے ساتھ آپ حضرات سے رخصت چاہتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین.